شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ

(بسلسلۂ کاروانِ حدیث)

——— عبدالرشید عراقی ———

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رح کو برِصغیر پاک و ہند کی علمی اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ تقریباً نصف صدی تک آپ نے دہلی میں کتاب و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروں تشنگانِ علم نے آپ کی خانقاہ سے پیاس بجھائی اور سینکڑوں گم گشتگانِ علم نے وہاں آکر روشنی حاصل کی۔ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

"اکبر کے آخری عہد میں وہ بزرگ ہستی نمایاں ہوئی جس نے عہدِ جہانگیری میں اپنی جہانگیری کا سکہ بٹھا دیا اور جس نے دہلی کے شاہی دارالسلطنت کو ہمیشہ کے لیے علومِ دین کا دارالسلطنت بنا دیا"۔[۱]

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ:

"علومِ دینی جن پر عرصے سے مُردنی چھائی ہوئی تھی، اس کی مسیحائی سے جِلا پا گئے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں دعوت و اصلاح کا ایک نیا دَور شروع ہُوا۔ خود اس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد احیاءِ علومِ دین اور ترویجِ شریعت کو قرار دیا"۔[۲]

---

[۱] مقالاتِ سلیمان، ج ۲، ص ۲۳ [۲] حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۴

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کا خاندان

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نسلاً ترک تھے۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ماوراءالنہر سے تھا۔ شیخ کے خاندان میں سب سے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے، وہ آغا محمد ترک تھے۔ اُس وقت ہندوستان میں سلطان علاؤالدین خلجی (۶۹۶ھ/۱۲۹۶ء-۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء) کا دورِ حکومت تھا۔ مسلمانانِ ہند کا سیاسی و ثقافتی عروج انتہا کو پہنچ چکا تھا، اور سلطان علاؤالدین خلجی گجرات پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ چنانچہ سلطان علاؤالدین نے آغا محمد ترک کو بھی فوج کے ساتھ گجرات روانہ کر دیا اور جب گجرات فتح ہو گیا تو سلطان نے آغا محمد ترک کو گجرات میں قیام کا حکم دیا، مگر کچھ عرصہ بعد آغا محمد ترک کی گجرات کے امیر سے اَن بَن ہو گئی اور آغا محمد ترک گجرات سے دہلی واپس آ گئے، جہاں اُن کو بلند عہدے تفویض کیے گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ شیخ لکھتے ہیں:

"برائے تسخیرِ ممالک گجرات و فتحِ بنادرآں با جماعۃ از امرائے عالیشان متعیّن شد از امضاء و انصرام آں مہم محکم سلطانی ہمانجا اقامت ساخت۔"[1]

(وہ بڑے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ ملکِ گجرات اور اس کی بندرگاہوں کی فتح پر مامور ہو گئے اور اس مہم کی انجام دہی کے لیے شاہی حکم سے وہیں متعیّن ہو گئے۔)

مولانا ضیاءالدّین اصلاحی رفیقِ دارالمصنّفین اعظم گڑھ و ایڈیٹر معارف' اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

"آغا محمد ترک پر سلطان علاؤالدین خلجی کی خاص نظرِ عنایت رہی۔ وہ بلند مراتب پر فائز ہوئے۔ یہ جس وقت دہلی تشریف لائے تھے اس وقت گجرات کی مہم کی تیاری ہو رہی تھی۔ بادشاہ نے امراء و اعیانِ حکومت

---

[1] اخبار الاخیار' ص ۲۸۹

کے ساتھ اِنہیں بھی روانہ کیا اور گجرات فتح ہو جانے کے بعد وہیں مقیم رہنے کا حکم دیا۔ مگر کسی امیر سے کسی بات پر اِن کی کچھ اَن بن ہو گئی۔ اس لیے وہ گجرات سے دہلی واپس آ گئے۔ اِس دفعہ بادشاہ نے پہلے سے زیادہ اُن کا اعزاز کیا اور بلند عہدے تفویض کیے"۔ [1]

سلطان علاؤ الدین خلجی کے بعد سلطان قطب الدین اور تُغلق شاہ کے زمانہ میں وہ شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو کثرتِ اولاد سے نوازا تھا، مگر ایک حادثہ میں ان کے سب لڑکے فوت ہو گئے اور صرف بڑے صاحبزادے ملک معز الدین زندہ رہے۔

آغا محمد ترک نے سلطان غیاث الدین تُغلق (۲۰ھ/۱۳۲۰ء - ۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کے عہد میں، ۷ ربیع الآخر ۳۹ھ/۱۳۳۸ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ [2]

ملک موسیٰ خاں

ملک معز الدین کے بیٹے ملک موسیٰ تھے۔ ملک موسیٰ بھی نجابت و سعادت اور فضائل کمالات سے متصف تھے۔ اور بڑی عزت و شہرت کے مالک تھے۔

فیروز شاہ تغلق (۹۱ھ/۱۳۸۸ء) کے زمانے میں ہندوستان بدامنی کا شکار ہو گیا، خود مختاریاں قائم ہونے لگیں اور حالات اِس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے کہ علمائے کرام اور مشائخ نے دہلی کو خیرباد کہا اور گجرات، جون پور، بنگال اور دیگر علاقوں کی طرف چلے گئے۔ ملک موسیٰ خاں بھی ان علمائے کرام میں شامل تھے جنہوں نے دہلی کو خیرباد کہا اور ماوراء النہر کی راہ لی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

> ملک موسیٰ در فترات کہ بعد از انقضائے عہدِ دولتِ فیروزی واقع شد باز بولایت ماوراء النہر رفتہ [3]

(سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کے بعد جو بدنظمی پیدا ہوئی اس سے بددل ہو کر ملک موسیٰ ماوراء النہر چلے گئے۔)

---

[1] تذکرۃ المحدثین، ج ۲، ص ۱۶۹-۱۷۰ [2] اخبار الاخیار، ص ۲۹۰
[3] اخبار الاخیار، ص ۲۹۰

لیکن ملک موسےٰ زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہرے، بلکہ ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا تو ملک موسیٰ اُس کی فوجوں کے ہمراہ واپس ہندوستان آگئے۔

شیخ فیروز ملک موسےٰ خاں کے بیٹے شیخ فیروز بڑی شان اور بڑی عظمت و شہرت کے مالک تھے اور بڑے جامع کمالات شخص تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"وہ ظاہری و باطنی اور وہبی و کسبی فضائل کے جامع تھے۔ سپاہ گری میں اپنے زمانے میں بے مثل تھے۔ اور فنِ جنگ میں بے نظیر سلیقہ رکھتے تھے۔ علم، شعر، شجاعت وسخاوت، خوش طبعی، بذلہ سنجی، عشق و محبّت اور دیگر خوبیوں میں ان کا جواب نہ تھا اور دولت، حشمت، جاہ، مرتبہ، عزت وعظمت میں بے عدیل تھے۔ اور شاعری اور خوش طبعی ان ہی کی وجہ سے ہمارے خاندان میں آئی ہے"۔[1]

شیخ فیروز ۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہوئے اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔[2]

شیخ سعد اللہ شیخ فیروز جب جنگ کے لیے گھر سے روانہ ہونے لگے تو اُن کی بیوی حاملہ تھی۔ اُس نے آپ کو جنگ میں جانے سے روکا تو آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا :

"میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ بیٹا پیدا ہو اور اس سے نسل چلے ۔ اس کو اور تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ نہ معلوم اب مجھے کیا پیش آئے"۔[3]

کچھ دنوں بعد شیخ فیروز کے ہاں شیخ سعد اللہ پیدا ہوئے۔ شیخ سعد اللہ حضرت

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۲۹۰

[2] اخبار الاخیار، ص ۲۹۰

[3] اخبار الاخیار، ص ۲۹۰۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دادا تھے۔ شیخ سعد اللہ جامع کمالات وصفات تھے اور اپنے والدِ بزرگوار شیخ فیروز کے کمالات وصفات کے حقیقی وارث تھے۔ شیخ سعد اللہ نے ۲۲ ربیع الاول ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء کو انتقال کیا[۱]۔ شیخ سعد اللہ کے کئی بیٹے تھے، مگر ان میں دو کو بہت زیادہ شہرت، عزت، وقار اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ یعنی شیخ رزق اللہ مشتاق[۲] اور شیخ سیف الدین[۲]۔

شیخ رزق اللہ مشتاق

شیخ رزق اللہ بڑے کامل، عابد، عارف اور فاضل بزرگ تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

> " وہ مردِ کامل، فاضل عارف تھے، نادرۂ روزگار تھے، سلف کی یادگار تھے، فضائلِ صُوری ومعنوی کے جامع تھے۔ مشربِ عشق ومحبت، سلامتیٔ عقل اور وسعتِ حوصلہ اور مصائب پر صبر کرنے میں استقامت اور دوامِ حضور میں یگانۂ عصر تھے۔" [۲]

شیخ رزق اللہ سنسکرت، ہندی، فارسی اور عربی کے فاضل اور شعر وسخن کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ ہندی اور فارسی دونوں میں دادِ سخن دیتے تھے۔ ہندی میں راجن اور فارسی میں مشتاقی تخلص تھا۔ شیخ رزق اللہ کو تاریخ سے بہت دلچسپی تھی، پرانے تاریخی قصے اور واقعات بڑے شوق وذوق کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ ان کے واقعات اور تاریخی قصوں کو "واقعاتِ مشتاقی" کے نام سے کتابی صورت میں مرتب کیا گیا ہے۔ واقعاتِ مشتاقی ابھی تک طبع نہیں ہوسکی۔ اِس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں[۳]۔

---

[۱] اخبار الاخیار، ص ۲۸۱ [۲] اخبار الاخیار، ص ۱۶۹

[۳] فہرست مخطوطات، جلد ۳، ص ۹۲۱ بحوالہ حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۶/-

شیخ سیف الدین

شیخ سیف الدین ۹۴۰ھ/۱۵۱۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کے والد شیخ سعد اللہ نے انتقال کیا تو اُس وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی۔ شیخ سیف الدین ایک صاحبِ دل بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

"در شعر و فضیلت و قبولِ خاطر و ذوق و شوق و محبت و ظرافت و لطائف و بے تعلقی و وارستگی و طیبِ قلب و حضورِ ذاکر و ذکرِ لطائف و نکات و فہم دقائق و ارشادات یگانۂ روزگار و افسانۂ دیارِ خود"[1]

(شاعری، علم، مقبولیت، ذوق و شوق، ظرافت، زُہد، پاکیزگیٔ دل، حضورِ قلب اور نکتہ سنجی میں اپنے عہد میں بے مثال تھے۔")

شیخ سیف الدین نے ابتداء میں سلسلۂ سہروردیہ کے ایک عالم سے بیعت کی۔ بعد میں شیخ امان اللہ پانی پتی (م ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء) سے بیعت ہوئے۔ شیخ سیف الدین کو دینی علوم سے بڑا شغف تھا۔ اس کے ساتھ شعر و سخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے اور سیفی تخلص کرتے تھے۔ شیخ سیف الدین کا ذوق علمی تھا اور علوم اسلامیہ سے اُن کو خاص شغف تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں :

" آج تک شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علمی خانوادہ کا آغاز انہی کی ذات سے کیا جاتا تھا، مگر حکیم (حبیب الرحمان) صاحب (ڈھاکہ) کے پاس ایک دستاویز ایسی ہے جو اس آغاز کو ایک پشت اُوپر تک لے جاتی ہے یعنی علامہ ذہبی کی الکاشف جو اسماءُ الرجال کی ایک کتاب ہے، اس کا ایک نسخہ حکیم صاحب کی ملکیت میں ہے، جس کے پہلے صفحہ پر

(باقی صفحہ ۷۳ پر)

[1] اخبارالاخیار، ص ۲۹۲